جناب عبدالواحد ہیروی

سیرتِ ابراہیم علیہ السلام

آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کی سرزمین میں پیدا ہوئے جبکہ لوگ قادرِ مطلق خدائے لم یزل سے یکسر بیگانہ ہو چکے تھے۔ بت پرستی، کواکب پرستی اور اسی قبیل کی غیر اللہ پرستی ان میں راسخ ہو چکی تھی۔ نجوم، فال گیری، غیب گوئی، جادو ٹونے اور تعویذ گنڈے جیسی گمراہی و جہالت کے ان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ مندروں میں منفعتی کاروبار، قبروں پر نذر و نیاز اور چڑھاوے جیسے بُرے افعال کا رواج عروج پر تھا۔ گویا کہ ساری کی ساری قوم اپنے مالک حقیقی کو بھول چکی تھی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اس وقت ان کا بادشاہ نمرود خود خدا ہونے کا مدعی تھا جس کی زبان کو مکمل قانون کی حیثیت حاصل تھی اور جس کی مرضی کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا اور اسی کے اپنی رعایا کے جان و مال پر مکمل اختیارات تھے۔ پھر یہیں پر بس نہیں، رعایا بادشاہ کے سامنے پوری بندگی کے مراسم بجا لاتی تھی تاکہ رعایا کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ یہ رعایا کا محض بادشاہ ہی نہیں بلکہ خدا بھی ہے۔

گمراہی و جہالت اور تاریکی و ضلالت کے اس ظلمت کدہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اس گھرانے میں پیدا ہوئے جس کا سربراہ (یعنی والدِ ابراہیمؑ) خود بت سازی و بت فروشی میں غیر معمولی شہرت یافتہ تھا۔ چنانچہ آپ کے باپ آزر کے بت (خدا) عوام و خواص میں بے حد مقبول تھے۔ جونہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقل و شعور اور فہم و ادراک کی آنکھ کھولی، ان تمام واہیات و خرافات سے نفرت و بیزاری محسوس کی۔ چونکہ وہ لوگ سورج، چاند اور کواکب پرستی کے سیلاب میں خصوصاً ڈوبے جا رہے

تھے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اصلاح کے لیے اسی جانب سے ابتدائً بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ آپ نے تبلیغ کا آغاز اپنے باپ سے کیا اور باپ کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی کہ یہ قائم و دائم نہ رہنے والے سورج چاند اور ستارے عبادت کے لائق نہیں ہو سکتے اور اسی تبلیغ میں قوم کے لیے بھی سراسر وعظ و نصیحت ہے۔ چنانچہ آپ کی ابتدائی تبلیغ کا ذکر قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝[1]

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بلاشبہ میں تجھے اور تیری (ساری) قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں۔ اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ (عارف ہو جائیں اور کامل) یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ پھر جب رات (کی تاریکی) ان پر چھا گئی تو انھوں (ابراہیم) نے ایک ستارہ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے گا تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پس جب آپ نے آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے (کیونکہ) یہ سب سے بڑا ہے سو جب وہ (بھی) غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا، اے میری قوم! بلاشبہ میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

بعد ازاں حضرت ابراہیم ان کے سامنے تصورِ خدا کی وضاحت کے پیش نظر فرماتے ہیں۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ

---

[1] الانعام: ۷۴ تا ۷۸

الْمُشْرِكِينَ ○ (الانعام: ۷۹)

میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

چونکہ آپ کا والد آزر بت ساز تھا جس کے تیار کردہ بت اچھے خاصے مقبول تھے۔ انہی بتوں کو ان لوگوں کے ہاں خدائی مقام و مرتبہ حاصل تھا جن کی عبادت و پرستش کی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ پہلے باپ کے سامنے خدا کے تصور کو رکھا جائے اور معبودانِ باطلہ کی غیر حقیقی کو ظاہر کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر آپ نے اپنے باپ کے سامنے جو کچھ پیش کیا اور باپ نے جو بلا دلیل اور دھمکی آمیز ردیہ اختیار کیا وہ قرآن کے الفاظ میں یوں ہے:۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ○ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ○ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ○ [1]

جب انہوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے۔ اے میرے باپ! میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں پہنچا۔ تم میری پیروی کرو، میں تمہیں سیدھا راستہ بتلاؤں گا۔ اے میرے باپ! تم شیطان کی پرستش مت کرو، بے شک شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ اے میرے باپ! میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔ (یہ سن کر باپ نے) کہا، کیا تم میرے معبودوں سے اعراض کر رہے ہو اے ابراہیم! اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تجھے پتھروں سے سنگسار کر دوں گا اور مجھے ایک مدت تک کے لیے چھوڑ دے۔"

---

[1] المریم: ۴۲ تا ۴۶

آپ نے اپنے باپ کے اس تحکمانہ، ہجرانہ اور دھمکی آمیز رویہ پر ذرا ملال نہ کیا اور نہ ہی کسی برہمی و خفگی کا اظہار کیا بلکہ فرمایا۔

"تم پر سلام ہو اب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا"[لے]

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے وعظ و تبلیغ کی ذمہ داری سے فارغ ہوئے تو ضروری خیال کیا کہ اپنی قوم کو بھی تبلیغ کریں۔ ان کے سامنے بھی اس ذات کا صحیح تصور پیش کیا جائے۔ جو عبادت و پرستش کے لائق ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قوم کے سامنے آپ کی تبلیغ کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہ پر وارد ہے۔ چنانچہ سورۃ الشعراء میں ہے :۔

"جب آپ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے یہ استفسار کیا کہ تم کن کی عبادت کرتے ہو ؟ انھوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں اور ہم انہی کی عبادت پر جمے ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا تم کو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ (ان کی عبادت کرنے کی یہ وجہ تو نہیں بلکہ) ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ بھلا تم نے ان کو (غور سے) دیکھا بھی ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو، تم بھی اور تمہارے بڑے بھی۔ یہ (معبودانِ باطلہ) میرے (اور تمہارے) دشمن ہیں مگر ہاں رب العالمین جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ پھر وہی مجھ کو راہ دکھاتا ہے اور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اور جو مجھ کو (وقت پر) موت دے گا پھر (قیامت کے روز) مجھ کو زندہ کرے گا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری غلطی کو قیامت کے روز معاف کر دے گا۔ اے میرے پروردگار! مجھ کو حکمت عطا فرما اور مجھ کو (اعلیٰ درجہ کے) نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما" (الشعراء : ۷۰ تا ۸۳)

آپ نے جب دیکھا کہ قوم اصنام پرستی سے باز آنے کی نہیں تو آپ کے دل میں بت شکنی کا جذبہ شعلہ زن ہوا تا آنکہ آپ کا یہی جذبہ ان کے بتوں کے نیست و نابود اور پاش پاش کر دینے

لے المریم : ۴۷

پر منتج ہوا۔ قوم نے اپنے خداؤں کی شکستہ حالت کو دیکھ کر نہایت غیظ و غضب اور برہمی و ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ کس ظالم کا کام ہے۔ معلوم ہونے پر آپ کو حاضر کیا گیا اور وہ لوگ آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:۔

''اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ تو نے یہ حرکت کی ہے؟''

تو آپ نے جواباً فرمایا:۔

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْــَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۶۳)

بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے یہ کام کیا ہے سو ان (ہی) سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں۔

گویا کہ آپ نے ان کے سامنے ایک ایسا فکر یہ انداز پیش کیا کہ انہیں از خود معلوم ہو جائے کہ یہ بولنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور جو بولنے کی طاقت نہ رکھتے ہوئے اپنے قاتل بھی نہ تبلا سکیں وہ معبود کیسے؟ یہی وجہ تھی کہ آپ کے اس سوال کے جواب پر وہ خود شرمسار ہوئے:

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاۗءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ ....

.... اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۶۴ تا ۶۷)

پس وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ظالم (ناحق پر) ہو (کہ جو ایسا عاجز ہو وہ کیا معبود ہوگا) پھر (شرمندگی کے مارے) انہوں نے اپنے سروں کو جھکا لیا اور بولے (کہ اے ابراہیم!) تم کو معلوم ہی ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں۔ آپ (ابراہیم) نے فرمایا تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو کچھ نفع پہنچا سکے نہ نقصان۔ تم پر افسوس ہے (کہ باوجود وضوحِ حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو کیا تم اتنا (بھی) نہیں سمجھتے۔

جب قوم کوئی معقول دلیل پیش نہ کر سکی تو ابراہیم کی صدائے حق کو مٹانے کے لیے آپ کو آگ میں جلا دینے کی تدبیریں کرتے ہوئے کہنے لگے:۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۶۸)

انہوں نے کہا کہ ان کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں کا (ان سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔

چنانچہ قوم نے مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلا دینے کا ناپاک اور مذموم منصوبہ بنایا، حتیٰ کہ آپ کو ایسی شعلہ زن آگ میں ڈالا گیا جس کے شعلے پر ہر جانب سے کئی کئی میل تک حرارت پہنچا رہے تھے۔ آخر منجنیق کے ذریعے آپ کو اس آگ میں ڈالا گیا آپ بے خطر اس آگ میں کود پڑے اور حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ کہتے ہوئے اسی اللہ کے بھروسہ پر قانع اور قائم دائم رہے۔

؎ بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

جونہی آپ آگ میں پھینکے گئے فوراً حکم خداوندی ہوا:

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۝ (الانبیاء: ۶۹)

اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

انہوں نے آپ کے متعلق یہ خونچکاں منصوبہ بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح وسلامت آگ سے بچا لیا۔

اس کے علاوہ نمرود بادشاہ کے ساتھ بھی "آپ کا رب کون ہو سکتا ہے؟" کے موضوع پر مختصر سا مناظرہ ہوا جس میں نمرود نے آپ سے کہا کہ:

"تیرا رب کون ہے؟"

آپ نے جواب دیا کہ:

"میرا رب وہ ہے جس کے قبضۂ اختیار میں حیات و ممات ہے۔"

اس پر نمرود نے کہا کہ:

"میں بھی ایسا کام کر سکتا ہوں جسے چاہوں صلیب پر لٹکا دوں اور جسے چاہوں جاں بخشی کر دوں۔"

آپ فوراً پہلو بدل کر فرمانے لگے کہ:

"میرا رب تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو بھی اگر ہے تو اس نظام کو تبدیل کر کے
اسے مغرب سے نکال کر دکھا"

اس بات سے وہ لاجواب ہوگیا اور اسی طرح بصیرت ایمانی کفر کی چالاکیوں پر غالب آگئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ، برادری، قوم اور بادشاہ تک سب کو پند و نصیحت اور وعظ و تبلیغ فرمائی۔ یعنی ایک خدا کو اپنا حاکم اور خود کو اسی کا محکوم سمجھنے کی حتی المقدور تلقین کی۔ لیکن جب دیکھا کہ یہ لوگ ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ الٹے آپ کو ختم کرنے کے درپے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہاں (عراق) سے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم بحکم ایزدی اپنے وطن سے ہجرت کر کے شام کی طرف چل نکلے (اور اپنے ہمراہ اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو لے لیا) لیکن وہاں بھی آپ کو قرار و سکون نہ مل سکا تو شام سے فلسطین، مصر اور عرب کے ملکوں میں بے سروساماں اور بے خانماں پھرتے پھراتے رہے کیونکہ ہر جگہ ظلمت و جہالت کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ سبھی جگہ لوگ جھوٹے خداؤں کے پھندوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ ہر جگہ مندروں کے مہنت اور وہی خدائی کے مدعی بادشاہ موجود تھے جس کی وجہ سے آپ کو اپنے مشن میں حقیقی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ آرام و آسائش اور قرار و سکون کو چھوڑ کر اس طرح بے یار و مددگار جگہ بجگہ بے خانماں پھرنے کا ایک ہی مقصد تھا کہ بندگانِ خدا اپنے حقیقی مالک کو پہچان لیں۔ اسی کو اپنا حاکم سمجھیں۔ اسی کی اطاعت و بندگی کریں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت و بندگی نہ کریں۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

اس مقصد کی برآری کی خاطر آپ نے شام، فلسطین، مصر اور عرب کے ریگستانوں میں سالہا سال گزار دیے حتیٰ کہ آپ کی عمر نوے سال کے قریب پہنچ گئی۔ اپنے مشن کو باقی، زندہ اور جاری رکھنے کے لیے اولاد کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اگرچہ جوانی کی عمر بیت چکی تھی اور بڑھاپا آچکا تھا۔ ظاہری اور مادی اسباب حصول اولاد کے لیے مفقود تھے لیکن بارگاہِ ایزدی سے بے موسم پھل کے حصول پر مکمل اور پورا یقین و ایمان تھا۔ اس لیے دعا کی:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (الصافات: ۱۰۰)

اے میرے پروردگار! مجھے نیک اولاد نصیب فرما۔

خدا نے دعا کو منظور کرتے ہوئے یہ بشارت دی:۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ ہم نے اس کو بردبار بچے کی خوشخبری سنائی (الصّٰفٰت: ۱۰۱)

چنانچہ بچہ پیدا ہوا جس کا نام "اسماعیل" رکھا۔ ان کے بعد اسحاق پیدا ہوئے۔ تو آپ نے خدا کی عطا کردہ اس نعمت کا بایں طور شکریہ ادا کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ (سورۂ ابراہیم: ۳۹)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو بڑھاپے کی عمر میں اسماعیل اور اسحاق (جیسے فرزندوں) سے نوازا۔ بے شک میرا رب دعا کو ضرور سننے والا (اور قبول کرنے والا) ہے۔

جب فرزند ارجمند اسماعیل چلنے پھرنے اور باپ کے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹانے کے قابل ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنا گھر بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں (باپ بیٹے) نے مل کر خانۂ خدا کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر کی تکمیل کی۔ اسی گھر کو بیت اللہ، مسجدِ حرام، بیتِ اوّل اور کعبۃ اللہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے اور قرآن حکیم نے خصوصی طور پر اسے ھدًی للعالمین (سارے جہان کے لیے مرکزِ ہدایت) کا اعزاز دیا۔

جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل دونوں کو یہ احکام صادر فرمائے:

"اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ مقرر کی، اس ہدایت کے ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو اور لوگوں میں حج کی عام منادی کر دو کہ تمہارے پاس آئیں خواہ پیدل آئیں یا دور دراز مقام سے دبلی اونٹنیوں پر آئیں یہاں آکر دیکھیں کہ ان کے لیے کیسے دینی و دنیوی منافع ہیں۔" (الحج: ۲۶ تا ۲۸)

سورہ بقرہ میں بھی مذکور ہے :۔

وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَـٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ ○ (البقرہ : ۱۲۵)

اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو ہدایت کی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور ٹھہرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔

(پاک و صاف رکھنے سے یہی مراد نہیں ہے کہ اسے کوڑا کرکٹ سے پاک و صاف رکھا جائے۔ بلکہ خدا کے گھر کی اصل پاکی یہ ہے کہ اس میں خدا کے سوا کسی کا نام بلند نہ ہو۔ جس نے خانۂ خدا میں کسی دوسرے کو مالک، معبود، حاجت روا اور فریاد رس کی حیثیت سے پکارا اس نے حقیقت میں اسے گندہ کر دیا۔)

جب یہ کام مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی ایک بہت بڑی آزمائش لی۔ وہ آپ کے اکلوتے بیٹے اسماعیل کی قربانی تھی۔ آپ نے خواب میں اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم پایا۔ چنانچہ آپ اس قربانی کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ بیٹے سے رائے طلب کی تو حلیم و بردبار اور حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے والے صابر بیٹے نے کہا :۔

يَـٰٓأَبَتِ ٱفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّـٰبِرِينَ ○

ابا جان! حکم خداوندی کی تعمیل میں تاخیر نہ کیجیے اور آپ مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔ (الصافات : ۱۰۲)

تسلیم و رضا کا پیکر بیٹا ذبح ہونے کے لیے اور دنیا کی عزیز ترین اور گراں بہا متاع سے زیادہ رب الناس سے محبت رکھنے والا باپ بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا کر گلے پر چھری رکھ دی اور چلانی شروع کر دی تو آسمان سے آواز آئی :

وَنَـٰدَيْنَـٰهُ أَن يَـٰٓإِبْرَٰهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ ٱلرُّءْيَآ ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ ٱلْبَلَـٰٓؤُا۟ ٱلْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَـٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى ٱلْـَٔاخِرِينَ ○ سَلَـٰمٌ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ○ كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا ٱلْمُؤْمِنِينَ ○ وَبَشَّرْنَـٰهُ بِإِسْحَـٰقَ نَبِيًّا مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ○ وَبَـٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ

اِسْحٰقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ○

اس وقت ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا۔ بلاشبہ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بڑا امتحان تھا اور ہم ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے اور ہم نے (ایک انعام ان پر کیا کہ) ان کو اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوں گے اور نیک بختوں میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں سے بعض اچھے بھی ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو (بدیاں کر کے) اپنا صریح نقصان کر رہے ہیں۔ (الصافات: ۱۰۵ تا ۱۱۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے اور محبوب ترین بیٹے کی قربانی دے کر یہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضاجوئی کے لیے دنیا کی ہر عزیز ترین چیز کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ اعزازات بھی دیے:۔

ا۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ○ (النساء: ۱۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو (اپنا) خلیل بنا لیا۔

ب۔ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرہ: ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ نے (ان سے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا و پیشوا بنانے والا ہوں۔

ج۔ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (الحج: ۷۸)

اپنے باپ ابراہیم کے دین کی پیروی کرو۔

د۔ ملت ابراہیم سے اعراض و انحراف بیوقوفی اور سراسر جہالت قرار دے دی گئی

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (البقرہ: ۱۳۰)

اس طرح حضرت ابراہیم کو دنیا کی پیشوائی سونپی گئی اور آپ کو عالمگیر اسلامی تحریک کا قائد و لیڈر بنا دیا گیا۔ چنانچہ اس تحریک و جاری و ساری رکھنے کے لیے سرفہرست تین آدمی (حضرت لوط علیہ السلام اور دو آپ کے صاحبزادے اسماعیل و اسحٰق) آپ کے قوت بازو بن گئے

چنانچہ آپ نے اپنے بھتیجے حضرت لوط کو سدوم کا علاقہ سونپا جسے آج کل شرقی اردن کہا جاتا ہے۔ اپنے چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق کو کنعان کا علاقہ سونپا جسے آج کل فلسطین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ علاقہ شام اور مصر کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سے ہی حضرت اسحاق کے بیٹے یعقوب اور پوتے حضرت یوسف کے ذریعہ اسلام کی تحریک مصر تک پہنچی۔ بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو حجاز کے مقدس علاقے میں آباد کیا اور ایک وقت تک نو دان کے ساتھ رہ کر اسلام کی تبلیغ کی۔ اسی علاقہ میں مکہ معظمہ میں بیت اللہ کی تعمیر سے اسلام کی عظمت کو چار چاند لگے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں حضرت اسماعیل کی نسل سے سید المرسلین، خاتم النبیین، محسنِ انسانیت، رہبر کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی جن کی وجہ سے اسلام کی درخشانی و تابانی دنیا کے گوشے گوشے تک ضوفشاں ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بقیہ مرزا محمود اور برطانوی سامراج

نہرو رپورٹ پر تبصرے میں مسلمانوں کے مطالبات کی محتاط طریقے سے ہمنوائی کی بھی یہی علت غائی ہے جسے قادیانی ایک بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔

شاطر قادیان کا یہ کہنا کہ:-

"پس نہ صرف وقتی تدبیر کے طور پر بلکہ ایک مستقل تدبیر کے طور پر انگلستان کے ساتھ اتحاد ہندوستان کے لیے اور خصوصاً مسلمانوں کے لیے مفید ہے"

اس حقیقت کا عکاس ہے کہ انگریز کے برصغیر سے جانے کے باوجود قادیانی ان کے مفادات کے نگران اور ان کے سیاسی اوضاع و ارکان ہیں۔ ان کے مصلح موعود نے سامراج کی خدمت و اعانت کا جو سبق دیا ہے، اس میں ان کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اس لیے ان کا سیاسی عقیدہ یہی ہے کہ ایشیا میں سامراج کے قدم جمانے کے لیے راہ ہموار کی جائے۔ اس عقیدے کو وہ عزیز سمجھتے تھے اور عزیز تر